

سلامِ رضا کی مقبولیت

از: مولانا محمد عبدالمبین نعمانی،
المجمع الاسلامی، مبارک پور، یوپی

سلامِ رضا کی مقبولیت

از: مولانا محمد عبدالمبین نعمانی،
المجمع الاسلامی، مبارک پور، یو پی

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

رضائے خستہ کیا کہنا، عجب جادو بیانی ہے
نمک ہر نغمۂ شیریں میں ہے شورِ عنادل کا

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا**۔ (رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرہ فی کتاب الملاحم)۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے خاتمے پر ایک مجدد پیدا فرماتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کرتا ہے۔ (ابو داؤد ۲/ ۵۸۹، کتاب الملاحم، باب مایذکر فی قرن المائۃ) یعنی دینِ حق کو گمراہوں کی ریشہ دوانیوں سے پاک فرماتا ہے اور مخلوقِ خدا کو راہِ حق دکھاتا ہے۔

چودھویں صدی میں بریلی کی سرزمین پر اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان پیدا ہوئے، جو باتفاق علمائے اسلام اس منصبِ عظیم پر فائز تھے۔ جنہوں نے مدۃ العمر بدمذہبوں اور بدعقیدوں کا ردّ فرما کر شرعی دینی فریضہ انجام دیا۔ ایک ہزار کے قریب کتب و رسائل و حواشی تصنیف فرمائے۔ فتاویٰ رضویہ کے نام سے آپ کے فتاویٰ کی ۱۲ جلدیں ہیں۔ جو طبع ہو کر اہلِ علم وتحقیق سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ ہر جلد بڑے سائز کے ہزار صفحات کے قریب ہے اور اب جدید ترتیب و ترجے اور فہارس کے ساتھ یہ عظیم وجلیل کتاب تینتیس (۳۳) جلدوں میں لاہور سے شائع ہوگئی ہے۔ عربی، فارسی، اردو ہر زبان میں تصنیفیں یادگار ہیں۔ آپ کا ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' اردو تراجم میں سب سے بہتر اور صحیح ترجمہ ہے۔ جو بلاشبہہ آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ اور علمی جاہ و جلال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن کا معنی ومفہوم سمجھنے کے لیے کنزالایمان کا مطالعہ ضرور کریں۔

شاعری میں آپ نے جو مقام پایا اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ''حدائق بخشش'' کے نام

سے آپ کی نعتوں اور منقبتوں کا مجموعہ دو جلدوں میں شائع اور مقبولِ خاص و عام ہے۔ اور ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ۱۷۱ اشعار پر مشتمل آپ کا وہ ایمان افروز سلام ہے جو ہند و پاک و بنگلہ دیش ہی نہیں، دنیا کے بیش تر ممالک کی محافلِ ذکر رسول ﷺ میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا اور سُنا جاتا ہے۔ اس سے بارگاہِ رسالت میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس مضمون کا اصل محور یہی سلام ہے۔

آپ کے بڑے صاحب زادے کا نام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں ہے اور دوسرے شہزادے حضرت علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان مفتیِ اعظم ہند کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ جن کے مریدین و متوسلین کی تعداد کروڑوں ہے۔

امام احمد رضا کی ولادت بمقام بریلی شریف (یوپی) میں ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر ہوئی اور وصال ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بج کر اڑتیس منٹ پر ہوا۔

بہت سے دانش وروں نے جن کا براہ راست آپ سے تعلق نہیں، مثلاً مولانا کوثر نیازی، محی الدین الوائی مصر، ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سعید بن یوسف زئی امیر جمعیت اہلِ حدیث وغیرہ آپ کے مدّاح اور کمالاتِ علمی کے معترف ہیں۔ تفصیل کے لیے ''امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں'' از مولانا یٰسں اختر مصباحی (دہلی) ملاحظہ کریں۔ آپ نے غلط رسوم و رواج اور بدعات وخرافات کا بھی زبردست ردّ فرمایا ہے۔ اور اصلاحِ معاشرہ کی خاطر بھی بھرپور جدوجہد کی ہے۔ مثلاً مروّجہ تعزیہ داری، سجدۂ قبور، قوالی مع مزامیر، طوافِ قبر، مزارات پر عورتوں کی حاضری اور بدعمل پیروں کے خلاف قلمی جہاد فرماکر قوم کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ''امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات'' از مولانا یٰسں اختر مصباحی اور ''فاضلِ بریلوی اور اُمورِ بدعت'' از سیّد محمد فاروق القادری کا مطالعہ کریں۔

آپ کے خلفا نے دینی، علمی اور سیاسی ہر محاذ پر کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ چند مشاہیر خلفا کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی، مصنف بہارِ شریعت و فتاویٰ امجدیہ
(۲) مفسرِ قرآن مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، مصنف تفسیر خزائن العرفان وغیرہ
(۳) مبلغ اسلام سیاحِ یورپ وایشیا حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی)
(۴) قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی
(۵) ملک العلما حضرت مولانا ظفر الدین بہاری، مصنف صحیح البہاری وغیرہ

(۶) برہان الملّۃ حضرت مولانا عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوری مفتی اعظم مدھیہ پردیش

(۷) محدثِ جلیل حضرت مولانا سیّد دیدار علی محدث الوری

(۸) پیر طریقت مولانا سیّد احمد اشرف بن مولانا سیّد شاہ علی حسین اعلیٰ حضرت اشرفی کچھوچھوی

(۹) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری، لاہور

(۱۰) حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

جب کہ تیس سے اوپر خلفا حرمین شریفین مکّہ و مدینہ اور عالمِ عرب میں تھے، اور خود دونوں صاحب زادگان کو بھی امام احمد رضا سے خلافت داجازت تھی۔

''خلفاے اعلیٰ حضرت'' کے نام سے جناب محمد صادق قصوری صاحب نے ایک کتاب میں امام احمد رضا کے خلفا کا تعارف پیش کر دیا ہے۔ جسے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی نے شائع کیا ہے۔

چودہ سال کی عمر سے لے کر آخری وقت تک امام احمد رضا نے جو بے مثال دینی خدمات انجام دی ہیں ہندستان کی تاریخ اس کی مثال مشکل سے پیش کر سکے گی۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی حیات کا یہ بالکل مختصر اور اجمالی خاکہ ہے۔ تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت از ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری

(۲) سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدرالدین احمد رضوی گورکھپوری

(۳) حیاتِ مولانا احمد رضا خان از پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی

(۴) گناہِ بے گناہی از پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی

(۵) محدث بریلوی از پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی

(۶) امامِ اہلِ سُنّت از پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی

(۷) امام احمد رضا اور عالمی جامعات از پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی

(۸) امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں از مولانا یٰسین اختر مصباحی

(۹) امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات از مولانا یٰسین اختر مصباحی

(۱۰) فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت از پروفیسر سیّد محمد فاروق القادری

(۱۱) امام احمد رضا اور تصوف از مولانا محمد احمد مصباحی

(۱۲) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت از مولانا محمد احمد مصباحی

(۱۳) کلامِ رضا از نظیر حسین لدھیانوی

(۱۴) محاسنِ کنز الایمان از شیر محمد خان اعوان

(۱۵) توضیح البیان از مولانا غلام رسول سعیدی

(۱۶) خلفاے اعلیٰ حضرت از محمد صادق قصوری

(۱۷) امامِ شعر و ادب از مولانا وارث جمال قادری مصباحی

امام احمد رضا کی دیگر نعتوں کی طرح اُن کا سلام بھی جذبوں کی فراوانی، الفاظ کی روانی اور فکر و خیال کی رعنائی قدم قدم پر جھلکتی اور محسوس ہوتی نظر آتی ہے۔ اور سب سے بڑی چیز آپ کا وہ عشقِ رسول ہے جس کی تپش سے آپ عمر بھر سرگرم عمل رہے اور جس نے آپ کو شہرت و مقبولیت کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جہاں تک رسائی شاید و باید ہوا کرتی ہے۔ آپ کی تمام تر نعتیہ شاعری، آپ کے عشقِ رسول کی دین ہے، جو محافل کو گرما رہی ہے' دلوں کو بالیدگی عطا کر رہی ہے اور ایمانی جذبات کو مہمیز کرتی نظر آ رہی ہے۔ خالص عشقِ رسول کی بنیاد پر کہا ہوا یہ جاں نواز اور ایمان افروز سلام کتنا مقبول ہوا، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار کے اس "سلام" پر متعدد اہلِ علم و ادب نے تضمینیں قلم بند فرمائی ہیں۔ مکمل تضمین کہنے والوں کے اسما جو اَب تک معلوم ہو سکے یہ ہیں:

(۱) بہارِ عقیدت تضمین بر لاکھوں سلام از مولانا اختر الحامدی علیہ الرحمہ (مطبوعہ)

(۲) تضمین بر لاکھوں سلام از سیّد محفوظ علی صابر القادری مشمولہ ارمغانِ حق

(۳) تضمین بر لاکھوں سلام از طیش صدیقی کان پور

(۴) تضمین بر لاکھوں سلام از عبدالغنی سالکؔ

(۵) ظہورِ قدسی از مولانا عبدالجبار خاں رہبر اعظمی

(۶) تضمین بر سلامِ رضا از محمد عثمان اوجؔ اعظمی چریا کوٹی

(۷) خوانِ رحمت تضمین بر سلامِ رضا از الحاج بشیر حسین ناظم، مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

(۸) نوازشاتِ رحمت از ضیاء القادری سنبھلی

(۹) تضمین بر لاکھوں سلام (۱۵۱ اشعار پر) بنام جانِ رحمت از سید ہلال جعفری

(۱۰) تضمین بر لاکھوں سلام (۴۲ اشعار پر) بنام تضمین مبین از عزیز حاصل پوری

(۱۱) تضمین بر لاکھوں سلام از جانشینِ حضور مفتیِ اعظم حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری بریلی

(۱۲) تضمین بر لاکھوں سلام از مفکرِ ملت مولانا بدرالقادری مصباحی (ہالینڈ)

(۱۳) تضمین بر لاکھوں سلام از مولانا محمد اسلم بستوی بلرام پور، گونڈہ

(۱۴) تضمین بر لاکھوں سلام از مولانا شمس الحق شمس بریلوی، کراچی

(۱۵) تضمین بر لاکھوں سلام از صوفی محبوب احمد رہبر چشتی کشمیری

(۱۶) تضمین بر لاکھوں سلام از حبیب احمد محسن مظہری

(۱۷) تضمین بر لاکھوں سلام از عبد السلام شفیق صاحب

مقامِ سلام بہ بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والسلام

نماز جو اہم العبادات ہے، اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ سرکار ختمی مرتبت حضور تاج دارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود وسلام کا نذرانہ نہ پیش کرلیا جائے۔

یوں ہی کوئی محفلِ ذکر اس وقت تک کامل و باعثِ قبولیت نہیں ہوتی جب تک کہ محبوبِ خدا سرکار مصطفےٰ ﷺ پر صلاۃ وسلام کی ڈالی نہ نچھاور کرلی جائے۔

کوئی دعا اس وقت تک قبولیت کا شرف نہیں پاتی جب تک کہ آقائے مدینہ کی بارگاہ میں دُرود وسلام نہ بھیج لیا جائے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا، فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ ہم لوگ بیٹھے تھے اور رسولِ پاک ﷺ بھی تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، نماز پڑھی پھر کہا، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ (اے اللہ! میرے مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! تونے جلدی کردی۔ جب تو نماز پڑھے پھر بیٹھے تو اللہ کی حمد بجالا، جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے اور اس کے بعد مجھ پر دُرود پڑھ، پھر اللہ سے دعا مانگ۔ پھر اس کے بعد ایک اور آدمی آیا۔ اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد کی اور نبی پاک ﷺ پر دُرود پڑھا تو اُس سے حضور نے فرمایا، اے نمازی! دعا مانگ قبول ہوگی۔
(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ص ۸۶ باب الصلوٰۃ علی النبی)

دوسری روایت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں: دعا زمین اور آسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے۔ اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) یہاں تک کہ تو اپنے نبی کریم ﷺ پر دُرود بھیجے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۸۷)

اسی طرح کوئی مجموعۂ نعت اس وقت تک مکمل نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ درود وسلام کے چند اشعار اس میں نہ شامل ہوں۔

مجددِ اسلام امام احمد رضا قدس سرہٗ تو محض شاعر نہ تھے، بلکہ سچے عاشقِ رسول تھے۔ آپ نے صرف یہی نہیں کہ اپنے نعتیہ اشعار میں جابجا دُرود وسلام کا ہدیہ پیش کیا ہے، بلکہ دُرود وسلام پر مستقل اور علیحدہ علیحدہ دو قصیدے بھی کہے ہیں۔ درود شریف پر قصیدے کے اشعار ۵۹ ہیں، جن میں سات مطلع ہیں۔ ہر شعر کا پہلا مصرع ذوقافتین ہے، یعنی ہر مصرعے میں دو قافیے ہیں۔ اور ہر قافیے میں

حروف تہجی کی ترتیب کا بھی التزام ہے۔ البتہ کسی حرف کے دو شعر ہیں، کسی کے تین، کسی کے اس سے بھی زیادہ۔ اس صنف نے اس قصیدے کو دوآتشہ کر دیا ہے۔ جو روانی، سلاست اور ندرت اس قصیدے میں ہے، اس کی مثال پوری اردو دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پر کروروں دُرود	طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں دُرود
شافعِ روزِ جزا تم پہ کروروں دُرود	دافعِ جملہ بلا تم پہ کروروں دُرود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا	جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں دُرود
دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا	سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں دُرود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب	نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں دُرود
وہ شبِ معراج راج وہ صفِ محشر کا تاج	کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں دُرود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی	کوئی کمی سَرورا تم پہ کروروں دُرود

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروروں دُرود

اِس میں شبہہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دُرود و سلام کا صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ پہلے خود اور اپنے فرشتوں کے دُرود پڑھتے رہنے کا بھی ذکر فرمایا، اور دُرود کے ساتھ جب سلام کا حکم دیا ہے تو تسلیما سے مؤکد بھی فرمایا، جس سے سلام کی اہمیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ ہوسکتا ہے اس نکتے کے پیشِ نظر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دُرود و سلام دونوں پر قصیدے لکھے، لیکن سلام کے اشعار کی تعداد زیادہ رکھی۔ اس سلام میں نعتِ رسول بھی ہے، سراپائے رسول بھی اور صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام، ائمہ دین، اولیائے اُمّت بالخصوص سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ عنہم پر بھی سلام پیش کیا ہے۔ پھر اُن کے ساتھ ساری اُمّت کو بھی سلام میں شریک فرمایا ہے۔ اورآخر میں یہ آرزو ظاہر کی ہے کہ میدانِ محشر میں جب ملائکہ سرکارِ اقدس میں سلام پیش کریں تو کاش مجھ سے بھی فرشتے فرمائش کریں کہ اے رضا تم بھی اپنا سلامِ محبت ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پیش کرو۔ اور مَیں عقیدت و محبت میں ڈوب کر آقا کی بارگاہ میں اپنا یہی سلامِ محبت عرض کروں۔ ملاحظہ ہو یہ قطعہ بند، کیا پیاری تمنا ہے اور کیسی عشق آگیں آرزو ہے۔

کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور	بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا	مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک اعتراض کا جواب: بعض کم فہم اور تعصب پیشہ لوگ یہ لغو اعتراض کرتے ہیں کہ دُرود ایک بار پڑھتے ہیں اور بولتے ہیں کروڑوں دُرود، اور سلام ایک بار پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں لاکھوں سلام۔ اگرچہ یہ اعتراض کچھ ایسا نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے لیکن ہوسکتا ہے بعض کم پڑھے لکھے لوگ معترضین کے دامِ تزویر میں آجائیں' اس لیے اس کا مختصر جواب بھی حاضر ہے۔

حدیث پاک میں آیا۔ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا: اِنِّـیْ طَلَّقْتُ امْـرَأتِـی مِـاۃَ تطلیقۃٍ فَمَاذَا تریٰ عَلَیَّ فَقَالَ ابْنُ عباسٍ طُلِّقَتْ مِنْکَ بثلاثٍ وَسَبْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا آیاتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ رواہ فی الموطا۔

مَیں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے تو آپ مجھ پر کیا حکم لگاتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تین سے تیری بیوی مطلّقہ ہوگئی اور ستانوے سے تو نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کیا۔ (مشکوٰۃ ص۲۸۴۔ باب المطلّقہ ثلٰثا)

اور معترض خود بتائے کہ کسی نے کہا "مَیں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا" تو کیا اس پر ایک ہی پڑے گی یا تین طلاق واقع ہوگی؟ اگر معترض غیر مقلد نہیں تو ضرور کہے گا کہ تین ہی واقع ہوئی۔ اگرچہ ایک بار ہی میں تین کا لفظ بولا، اور غیر مقلّدین کا جواب تین طلاق نامی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

دوسرا جواب ملاحظہ ہو۔ دلائل الخیرات شریف درودوں کا مجموعہ ہے جو معترض کے یہاں بھی مقبول و متداول ہے، اور پوری اُمّت کا اس پر عمل ہے یعنی پوری دنیا کے بہت سے مسلمان اس بابرکت کتاب کو وِرد میں رکھتے ہیں جو علامہ محمد بن سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جمع فرمودہ ہے، جن کا وصال ۱۶ ربیع الاوّل ۸۷۰ھ میں ہوا۔ وصال سے ستتر (۷۷) سال بعد آپ کا جسدِ پاک سوس سے مراکش منتقل کیا گیا۔ جب آپ کو قبر سے نکالا گیا تو آپ کا جسم بالکل تر و تازہ تھا جیسے آج ہی ان کو دفن کیا گیا ہے۔ یہ بات آپ کے تذکرے کی تمام متداول کتابوں میں لکھی ہوئی اور زبانی بھی مشہور ہے۔ اس کتاب میں درود شریف کے بہت سے صیغے ایسے ہیں کہ ایک بار میں بے شمار یا کثیر تعداد میں درود شریف کا ذکر ہے۔ چند صیغے ملاحظہ کریں:

۱۔ صلی اللّٰه علیٰ سیّدنا محمد عدد خلقه = اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے ہمارے سردار محمد ﷺ پر، مخلوق کے عدد کے برابر

۲۔ صلی اللّٰه علیٰ سیّدنا محمد و مدادِ کلمات = اور اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر،

۳۔ صلی اللّٰه علیٰ سیّدنا محمد و کلّما ذکرہ الذاکرون = اور جب جب ذکر کرنے والے ذکر کریں

۴۔ صلی اللّٰه علیٰ سیّدنا محمد و غفل عن ذکرہ الغافلون = اور جتنی بار غفلت کریں

غفلت کرنے والے

۵۔ صلی اللّٰہ علیٰ سیّدنا محمد عَدَدَ ما اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ = اور ان قطروں کی مقدار کے برابر جو آسمان نے برسائے

۶۔ صلی اللّٰہ علیٰ سیّدنا محمد مُنْذُ بَنَیْتَهَا = جب سے تو نے اسے بنایا

۷۔ صلی اللّٰہ علیٰ سیّدنا محمد عَدَدَ النُّجُوْم = ستاروں کی تعداد کے برابر، وغیرہ

پوری کتاب میں اس طرح کے جملے بار بار آتے ہیں۔ اگر یہ طریقۂ درود غلط ہوتا تو ضرور علمائے اُمت کی طرف سے اس پر انکار ہوتا اور ہرگز یہ مجموعۂ درود عالمِ اسلام میں مقبول نہ ہوتا۔ لہٰذا اس طرح کے اعتراضات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ محض اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عداوت کی پیداوار ہے جس کی طرف دھیان دینے کی ضرورت نہیں۔

خصوصیاتِ سلامِ رضا:

امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہٗ کے سلام کی خصوصیات پر توجہ دی جائے تو بہت سی خصوصیات سامنے آتی ہیں، ان میں چند یہ ہیں:

۱) یہ اردو سلاموں بلاشبہ طویل ترین سلام ہے، جس کے ایک سو اکہتر اشعار ہیں۔

۲) اس میں سرکارِ اقدس ﷺ کی تعریف و توصیف کے ساتھ آپ کے سراپائے باکمال کا بھی تذکرہ ہے۔ ساتھ ہی ایک ایک ادائے جمیل کو بھی لفظوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

۳) سرکار اقدس ﷺ کی ذات کے علاوہ آل و احباب و اکابر ملّت اور جملہ اہلِ ایمان پر بھی سلام ہے۔

۴) اس کے اشعار میں قرآن پاک و احادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین کے انوار کو سمو دیا گیا ہے۔

۵) سیرتِ رسول اور دیگر بہت سے تاریخی واقعات کا بھی بیان ہے۔

۶) زبان نہایت اعلیٰ استعمال کی گئی ہے جسے اردوئے معلاً کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

۷) اردو کے بہت سے محاورات کا برمحل استعمال کیا گیا ہے۔

۸) یہ نہایت مقبول اور پوری دنیا میں کثرت سے پڑھا جانے والا سلام ہے۔

۹) اس میں سرکارِ انور و اطہر ﷺ کا جمال و کمال کے ساتھ آپ کے معجزات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۱۰) ہندی، انگریزی، گجراتی اور عربی میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اور عربی ترجمہ نظم کا نظم میں بھی کیا گیا ہے۔

۱۱) اس سلام کو پڑھنے اور سننے سے محبت و عشقِ رسول میں اضافہ اور عقیدے میں پختگی آتی ہے۔

۱۲) یوں تو یہ سلام ہے لیکن جگہ جگہ اس میں درود کے صیغے بھی مذکور ہیں اور بڑے حسین پیرائے میں۔

یہ چند خصوصیات جو اوّل نظر میں آئیں، ذکر کردیں۔ باقی اہلِ علم وفکر غور کریں گے تو ایسی بے شمار خصوصیات اور کیفیات اس سلامِ منظوم میں پوشیدہ پائیں گے۔ اور کثرت سے پڑھے جانے کی مناسبت سے اسے اردو کا قصیدہ بردہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اس وقت اہلِ سُنّت کی اکثر محافل میں یہ بڑے اہتمام اور شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اس سلام کا ایک فیضان یہ بھی ہے کہ اس کی زمین اور وزن پر یا اسی ردیف میں ''لاکھوں سلام'' پر اردو کے بہت سے شعرا نے طبع آزمائی کی ہے اور اس امامِ عشق ومحبت کی آواز میں آواز ملانے کی کوشش کی ہے۔

سلامِ رضا کا عربی ترجمہ جو ''المنظومۃ السلامیہ'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے اس کا پہلا ایڈیشن کراچی سے چھپا اور دوسرا پور بندر، گجرات (انڈیا) سے۔ اسے سب سے پہلے علامہ حازم محمد احمد محفوظ نے اردو سے عربی میں منتقل کیا۔ پھر اس کو علامہ ڈاکٹر حسین مجیب مصری پروفیسر جامعہ عین الشمس قاہرہ، مصر نے عربی منظوم کیا۔ جس کی وجہ سے یہ سلام عالمِ عرب میں بھی عام ہوگیا اور اہلِ علم اسے پڑھ کر امام احمد رضا کی علمی عظمتوں اور عشقِ رسول میں ان کی رفعتوں کے قائل ہورہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے ذریعے امام احمد رضا پر لگائے گئے جھوٹے الزامات واتہامات کا بھی قلع قمع ہورہا ہے، جو ایک خوش گوار امر ہے۔ مرکز برکاتِ رضا، پور بندر، گجرات کا وہ نسخہ جسے مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے شائع کیا ہے، میرے پیش نظر ہے۔ اس کے کُل صفحات مع تقدیم وسلامِ رضا ۱۵۷ ہیں، جو بڑے سائز پر نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں علامہ شیخ حسین مجیب مصری کی عربی میں ایک منقبت بھی درج ہے جس میں انھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شان میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اس کا آخری شعر ہے:

نَظِیْرُکَ اَوْ مُشْبِهاً عِندنَا ☆ فَیمضِی زَمَانٌ وَ لسنَا نَریٰ

یعنی زمانہ گزرتا جارہا ہے لیکن ہم آپ جیسا صاحب کمال نہیں دیکھتے

یہ سلامِ رضا کی مقبولیت ہے جو روز افزوں ہے اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ حج وعمرہ کی غرض سے جو اہلِ ایمان حرمین شریفین حاضری دیتے ہیں اور روضۂ رسولِ پاک کی زیارت کرتے ہیں تو اگر ان کو ''سلامِ رضا'' کے اشعار یاد ہیں تو ضرور اپنے آقا کی بارگاہ میں اس کے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔ مجھ سے متعدد زائرین نے اس کو بیان کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس بارگاہِ قدس میں پہنچنے کے بعد زائر و عاشق بے اختیار ہوجاتا ہے اور امامِ عشق ومحبت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعارِ سلام گنگنانے لگتا ہے۔ بلند آواز سے نہ سہی کہ وہاں کے ادب کا بھی تقاضا ہے اور

نجدی درندوں کا بھی خوف ہے کہ کہیں ذرا آواز بلند ہوئی اور انھوں نے اپنا ڈنڈا چلایا۔ واضح رہے کہ آہستہ آواز میں درود وسلام پڑھنا بلاشبہہ سرکار کی بارگاہ میں بھی روا ہے۔ البتہ بہت زور سے چلاّ کر منع ہے۔ جیسا کہ عام محافل میں خوب زور شور سے پڑھنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔

آدابِ سلام:

عام حالات اور محافل و مساجد میں درود و سلام کے آداب کا ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ حدِ اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اس لیے آدابِ سلام کے تعلق سے یہاں محقق اہلِ سُنّت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقش بندی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا ایک اقتباس مَیں ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں، ملاحظہ ہو:

''۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے باوضو سلام عرض کیا جائے۔

۲۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہو۔

۳۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حدِ اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو۔ حبیب خدا ﷺ، خداداد قوت سے خود بھی اہلِ محبت کا درود و سلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیۂ درود و سلام بارگاہِ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلاّنے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ سرے سے بلند آواز سے صلاۃ وسلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بطور دلیل آیت مبارکہ، لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو'' ظاہر ہے کہ یہ کلمہ ان حضرات کے لیے ہے جن سے آپ گفتگو فرما رہے ہوں۔ یہ نعمتِ عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو کہاں میسّر؟

۴۔ تلفّظ صحیح ہونا چاہیے اور بہتر ہوگا کہ نعت خواں حضرات کسی صاحبِ علم کو سُنا کر اطمینان کر لیا کریں۔

۵۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہلِ بیت، صحابہ اور اولیا کی بارگاہ میں عرض کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اوّل آخر اور درمیان جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۶۔ معراج شریف، میلاد پاک، اہلِ بیت اور صحابہ کے ایّام ہوں یا گیارھویں شریف کی محفل تو دیگر اشعار کے علاوہ موقع کی مناسبت سے اشعار پڑھے جائیں۔

۷۔ عربی لفظ صلوٰۃ درود شریف کے معنی میں آتا ہے۔ سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے تاکہ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا کی تعمیل میں درود و سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ مثلاً

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود = فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

۸۔ حدیث شریف میں امام کے لیے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قرأت نہ کی جائے۔ بہتر ہے کہ یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہے اور (اجتماعی طور سے) زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اہلِ محبت، ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں۔ نیز گرہ لگا کر دوسرے اشعار پڑھنے سے بھی گریز کیا جائے (کہ اس میں اکثر غلطی کا امکان ہوتا ہے)۔

۹۔ اکثر مسجدوں کے اجلاس ایک گھنٹے سے زیادہ طویل نہیں ہوتے، تلاوت کلام پاک کے بعد ایک نعت اور اس کے بعد ایک تقریر (بس ہے) ہمارے جلسوں میں اس بات کا بھی اہتمام ہونا چاہیے تاکہ سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔''

(نغماتِ رضا، تقدیم سلامِ رضا، ص ۶ تا ۸، فاروقیہ بکڈپو، دہلی)

سلام رضا پر اہل علم و دانش کے تاثرات

امامِ عشق و محبت، تاج دارِ فکر و فن اعلیٰ حضرت محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی نعتیہ شاعری پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہاں آپ کی شاعری اور عشقِ رسول کے عظیم مظہر ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے تعلق سے اہلِ علم کے تاثرات پیش کیے جا رہے ہیں جو اس کا بیّن ثبوت ہیں کہ ''سلام رضا'' واقعی مقبولِ عام و خاص سلام ہے اور جب مقبولِ خاص و عام ہے تو یقیناً خدا و رسول جل و علا ﷺ کی بارگاہ میں بھی مقبول ہے۔ چند وہ تاثرات نذرِ ناظرین ہیں جو بر وقت مطالعے میں آئے ورنہ تلاش و تفحص کے بعد مزید تاثرات کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری: عالمِ اسلام کی جلیل القدر شخصیت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقش بندی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سلامِ رضا کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یک دم آسمانِ شہرت پر پہنچ گیا لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی۔ جب کہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے۔ اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلام خدا و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے جل و علا ﷺ۔

سلام رضا میں پیکرِ حُسن و جمال، محبوبِ رب ذوالجلال ﷺ کے اوصافِ جمیلہ، شمائلِ حمیدہ، جود و عطا اور عظمت جلالت کو اس حسین پیرایے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشا اور روح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ بیت کرام اور صحابہ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمۂ مجتہدین اور اولیاے کاملین خصوصاً سیدنا غوث اعظم

کے دربار میں سلامِ نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دعا کی ہے کہ بار الہا، جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں، اسی طرح روزِ قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین"

(نغماتِ رضا، تقدیم سلامِ رضا، ص٦، فاروقیہ بک ڈپو، دہلی)

علامہ ارشد القادری: رئیس القلم حضرت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ سلامِ رضا اور اس کی مقبولیت کے بارے میں اس طرح اپنے قلم کو ہر رقم کو جنبش دیتے ہیں:

"علم کو بعض صوفیہ کرام نے حجابِ اکبر کہا ہے جب کہ عشق کے بارے میں نظریہ ہے کہ وہ بے حجاب جلووں کا تماشائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں مشکل ہی سے کسی ایک محل میں جمع ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے عہد میں امام احمد رضا کی تنہا مثال ہے کہ وہ بیک وقت علم اور عشق دونوں کا سنگم تھے۔ اُن کے علم کی جلالتِ شان دیکھنی ہو تو فتاویٰ رضویہ کی ضخیم مجلّدات کا مطالعہ کیجیے اور اُن کے جذبۂ عشق کی تپش کا اندازہ لگانا ہو تو "حدائق بخشش" پڑھیے اور سر دُھنیے۔

"مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" امامِ عشق و محبت کا وہ مہکتا ہوا نغمۂ شوق ہے جو آج پوری دنیا میں گونج رہا ہے۔ مدرسوں، محفلوں، کانفرنسوں، خانقاہوں اور درگاہوں میں جدھر کان لگایئے مختلف لَے میں یہ نغمہ، عشق و ایمان کی پرورش کرتا ہوا ملتا ہے...... اردو زبان میں سلام لکھنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ شعر و ادب کی تاریخ میں ایک سے ایک سخن ور ہمیں ملتے ہیں جنھوں نے بارگاہِ رسالت میں منظوم سلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ الفاظ کی خوب صورت بندشوں، دل آویز ترکیبوں اور مضامین کی ندرت کے اعتبار سے کوئی سلام کسی سے کم نہیں ہے...... لیکن بے مثال شانِ دل رُبائی کے ساتھ سارے جہان میں دلوں کے آفاق پر چھاجانے کا شرف سوائے سلامِ رضا کے اب تک کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ نصف صدی گزر جانے کے بھی کلیوں کے تبسّم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آج بھی گلشنِ عقیدت کے پھولوں میں وہی تازگی ہے جب شاخ سے انھیں توڑا گیا تھا۔ کہنے دیجیے کہ یہ صرف ملکِ سخن کی شاہی نہیں ہے بلکہ عشق کا خونِ جگر بھی اس رنگ میں شامل ہے۔ صرف اپنے عہد کے ایک ماہرِ فنِ سخن ور کی بات ہوتی تو دیوان کے اوراق میں الماریوں کی زینت بن کر رہ جاتی۔ لیکن اس سوال کا کیا جواب ہے کہ آج سارے جہان میں "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے ہزاروں حفاظ کہاں سے پیدا ہوگئے اور کاغذ پر لکھا ہوا "سلام" عشق و عقیدت کے تلاطم کے ساتھ لاکھوں کروڑوں زبانوں پر کیسے چڑھ گیا۔ تھک ہار کر ماننا پڑے گا کہ اہلِ ایمان کی محفلوں سے لے کر عرصۂ محشر کے لواء الحمد تک اس سلام خوش انجام کی پذیرائی بلاوجہ نہیں ہے۔ یقیناً یہ سکّہ بریلی کا نہیں مدینے کا ہے جو اہلِ دل کی

دنیا میں برسوں سے چل رہا ہے اور جب تک سینوں میں عشق رسول کی چنگاری دبی رہے گی، چلتا رہے گا۔ جس سلامِ شوق کو بارگاہِ رسالت سے مقبولیت کی سند مل گئی ہو اب اس کی قدر و قیمت کون گھٹا سکتا ہے۔

یہ بات بھی اس سلام کے عالم گیر مقبولیت ہی کی ہے کہ اس پر تضمین لکھنے والوں کی زرّیں فہرست میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ تضمین لکھنے والے ایک مقبول سلام سے اپنے کلام کا تعلق جوڑ کر دراصل حریم قدس میں باریابی کا راستہ تلاش کررہے ہیں۔ احمد رضا بننا تو ہر شخص کے بس کی بات نہیں لیکن رشتہ جوڑنا تو آسان ہے۔ اس لیے سوچنے والوں کا یہ رُخ بھی غلط نہیں ہے کہ کلام سے تعلق جوڑ کر ہم دراصل صاحب کلام سے راہ و رسم پیدا کررہے ہیں۔ اس مفہوم کو ایک شاعر نے کتنی خوب صورتی سے ادا کیا ہے ۔

ہے ان کے عطرِ بوے گریباں سے مست گل　　گل سے چمن، چمن سے صبا اور صبا سے ہم

(نوازشاتِ رحمت، (۱۴۱۳ھ) تضمین سلامِ رضا از شکیل احمد ضیاء القادری، ص ۳-۴، فاروقیہ بکڈپو، دہلی ۱۹۹۴ء)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: ماہر رضویات صاحب طرز ادیب اور شیخ طریقت جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی (ایم اے، پی ایچ ڈی) شاہزادۂ مفتی محمد مظہر اللہ نقش بندی مجددی، "سلامِ رضا" کی خصوصیات سے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"فاضل بریلوی کا سلام تو پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پڑھا جاتا ہے۔ جس کا مطلع ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

بلکہ اب تو براعظم امریکہ، افریقا، یورپ وغیرہ میں جہاں پاک و ہند کے لوگ بسے ہوئے ہیں، اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ نیوکاسل یونی ورسٹی کے پروفیسر غیاث الدین نے اس کا بڑا کام یاب انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ جو برطانیا سے "اسلامک ٹائمز" میں قسط وار شائع ہوچکا ہے۔

علامہ سیّد حسن میاں مارہروی (علیہ الرحمہ) نے لکھا ہے کہ محدّث بریلوی کے ایک ایک شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے۔ بظاہر یہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر جب یہ حقیقت سامنے آئی کہ جامعہ اسلامیہ لاہور کے شیخ الجامعہ مفتی محمد خان قادری نے "سلامِ رضا" کی شرح میں ۵۵۰ صفحات کا ایک ضخیم مقالہ قلم بند فرمایا ہے تو یہ بات یقین سے بہت قریب ہوگئی۔"

(محدّث بریلوی، ص ۱۸۵، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی)

تقدیم "خوانِ نعمت" میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

امام احمد رضا نعت گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے قصیدہ گوئی میں بھی اُن کا جواب نہ تھا۔ امام احمد رضا نے جناب رسالت مآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت میں قصاید کہے یا علماے حق اور مشائخ

طریقت کی منقبت میں، ان کے اردو قصاید' قصیدۂ سلامیہ، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ نوریہ وغیرہ جناب تاج دار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت و ثنا میں شہرہ آفاق قصاید ہیں۔

امام احمد رضا کا قصیدہ سلامیہ اتنا مشہور و مقبول ہوا کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں جہاں اردو بولنے والے پہنچ چکے ہیں، یہ پڑھا جاتا ہے اور پاک و ہند کے گلی کوچے اس کی گونج سے گونج رہے ہیں۔ فقیر نے مدینہ منورہ کی محافلِ نعت میں یہ سلام سنا، مسجد نبوی شریف، مواجہہ شریف میں سنا اور خود فقیر نے بھی یہی سلام پیش کیا۔ سبحان اللہ! یہ سلام کیف و سرور سے تو معمور ہے ہی مگر مدینہ منورہ میں اس کو سُن کر اور پڑھ کر جو کیف و سرور میسّر آیا وہ کس زبان سے بیان کروں..... اللہ اللہ ؎

کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا

قصیدہ کیا ہے؟ سیرتِ مصطفیٰ ہے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ایک ایک شعر آیات و احادیث کا امین ہے۔ اے کاش کوئی اشعار کے چہرے سے گھونگھٹ اُٹھائے۔

افغانستان کی عبوری حکومت کے چیف جسٹس محدّث جلیل علامہ نصر اللہ خاں صاحب مدظلہ العالی نے اس قصیدے سے متعلق بعض احادیث کی نشان دہی کی ہے۔

(تقدیم خوانِ رحمت تضمین بر سلامِ رضا، از بشیر حسین ناظم، ص ۲۶۵، آئینۂ رضویات، کراچی)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور فرماتے ہیں:

''۱۹۹۱ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ مواجہہ شریف میں کچھ غلام ہاتھ باندھے امام احمد رضا کا سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' عرض کرر ہے تھے۔ خود راقم نے بھی امام احمد رضا کا درود ''کعبے کے بدرالدّجیٰ تم پہ کروڑوں درود'' اور سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پیش کیا۔ کیا عرض کروں کہ کیا لطف و سرور آیا، زبان و قلم دونوں عاجز ہیں۔ مدینہ منورہ میں تین محافلِ نعت میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہر محفل میں امام احمد رضا کا سلام پڑھا گیا۔ اللہ اللہ کیا مقبولیت و محبوبیت ہے کہ دیارِ حبیب ﷺ کی فضائیں بھی امام احمد رضا کے سلام سے گونج رہی ہیں۔ تاج دارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور بھی پڑھنے والے یہ سلام پڑھ رہے ہیں، آنسو بہا رہے ہیں، دل بچھا رہے ہیں۔ اللہ اللہ...... وہ تاج دارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کتنے مقبول ہیں کوئی ان سے محبت کر کے تو دیکھے۔''

(آئینہ رضویات، پروفیسر مسعود احمد، ص ۳۱۰-۳۱۱، کراچی ۱۹۹۳ء)

نظیر لدھیانوی: اس قصیدہ سلامیہ سے متعلق خوش فکر شاعر و ادیب اور اردو دنیا کے جانے مانے محقق جناب اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی اپنے خیالات اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

''ہر نعت گو شاعر جب تک ایک سلام نہ لکھ لے اپنے مجموعۂ نعت کو نامکمل سمجھتا ہے۔ معراج اور درود و سلام، نعت کے ضروری مضامین ہیں۔ ان کے بغیر شاعری نامکمل رہتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے جو سلام لکھا ہے وہ اردو اور فارسی کے نعتیہ ادب میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صرف سلام ہی نہیں، اس میں حضور کا سراپا بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عضوِ مبارک کی مدح و ستایش والہانہ انداز میں کی گئی ہے اور اکثر اشعار میں زبان اور فن کی خوبیاں موتیوں کی طرح بکھری ہوئی ہیں۔ اگر مولانا احمد رضا خاں قصیدۂ شادیٔ اسریٰ اور اس سلام کے سوا نعت میں اور کچھ نہ کہتے تب بھی نعتیہ ادب میں اُن کا پلّہ بھاری تھا۔''

(کلامِ رضا، از نظیر لدھیانوی، ص ۷۷، مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۲ء)

پروفیسر سلیم چشتی: اردو کے مشہور محقق اور کلامِ اقبال کے شارح پروفیسر سلیم چشتی، امام احمد رضا کے سلام کی توصیف میں رقم طراز ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ابدقرار زُبدۂ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہوگیا کیوں کہ ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔''

(المیزان، امام احمد رضا نمبر بمبئی، ص ۵۶۲)

ڈاکٹر نسیم قریشی: ڈاکٹر نسیم قریشی، شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ اردو کے مانے ہوئے ادیب و خطیب تھے، وہ کہتے ہیں:

''ہادیٔ برحق مقتدائے انسانیت، شفیعِ محشر کا ذکر پاک، روحانی سرخوشی کی ایک جوئے حیات افزا تھی کہ بڑی بہہ رہی تھی۔ اسی عالمِ کیف و مستی میں عرضِ نیاز، سرشار و سپردگی، الفت و عقیدت کا ایک ترانۂ شوق تھا کہ بلند ہوا...... ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

طبیعت بے اختیار وجد کر اُٹھی، ذہن کے دریچے بہارِ ابد کی جاں فزا ہواؤں کے لیے کھل گئے۔ وجود کا ذرہ ذرہ سحابِ سرمدی کی سرشاریوں میں ڈوب گیا۔ کیا نغمہ، کیا نظم، کیا والہانہ سلام۔ لفظ و بیان کے پیچ و خم ہیں کہ نیاز مندی کی تہہ در تہہ کیفیتوں میں مہک اُٹھے ہیں۔ حسنِ معنی ہے کہ حسنِ عقیدت میں سمو کر زمزمۂ داؤدی کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔ سرورِ کائنات کے حضور شرفِ باریابی حاصل ہے، نوائے شوق نغمۂ والہانہ بن گئی ہے۔ ذوقِ فدائیت شباب پر ہے۔ شیفتگی و نیاز کیشی ہم آواز، ہم سرور مستانہ، ہم ارتعاشِ قلب مضطر ہوگئی ہیں۔ روحانی سرمستی کے عالم میں حضرت رضا خلد آشیانی کی زبانِ حقیقت ترجمان سے جو حرف نکلا ہے باغ کامرانی کا سدا بہار پھول بن گیا ہے۔ نعت گوئی،

ادبیاتِ انسانی کا ایک بے انتہا، بیش قیمت ذخیرہ ہے، نازک خیال شاعروں اور چابک دست ماہرین فن نے سرمایۂ عقیدت کو وہ آب رنگ دیا ہے بہ ایں انداز، چمن طرزیِ فکر و بیاں کی ہے کہ طبیعت جھوم جھوم اُٹھتی ہے۔ ...... کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضاؔ کے حصّے میں کہ وہ مقبولینِ بارگاہِ الٰہی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک مقامِ خاص رکھتے ہیں، ایسا بلند مقام کہ اُنھیں حسّان الہند کے مبارک لقب سے یاد کیے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشقِ رسول، اُن کی وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔

محمدی لوائے عظمت، ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے لہرا رہا ہے اور اس کے مقدّس سایے میں حضرت رضاؔ بریلوی جاوداں کامرانیوں سے سرفراز و شاد کام ہو رہے ہیں۔ یہ اسی کی دین ہے جسے پروردگار دے۔"

(قاری، امام احمد رضا نمبر، دہلی، ص ۱۷۴۔ اپریل ۱۹۸۹ء)

مقبول جہاں گیر: مشہور کالم نویس، ادیب و مؤرخ جناب مقبول جہاں گیر سلامِ رضا کے قبولِ عام کا اعتراف کرتے ہوئے یوں محو نگارش ہیں:

"نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور بہت سے شعرا نے اپنی اپنی حسنِ نیت اور توفیقِ الٰہی کے باعث سلام لکھ کر ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے ایک سلام کو ایسا قبولِ عام نصیب ہوا کہ ایک صدی گزر چکی مگر برصغیر پاک و ہند کی فضائیں آج بھی اس سلام کی والہانہ آواز سے گونج رہی ہیں۔ ایک ایک شعر جذب و کیف اور عشق و سرمستی کا مرقع ہے۔"

(اعلیٰ حضرت بریلوی از مقبول جہاں گیر، مطبوعہ مجلسِ رضا، مان چسٹر، انگلینڈ، ص ۱۲)

مولانا کوثر نیازی: معروف ترین شاعر و ادیب اور سیاسی قاید و خطیب مولانا کوثر نیازی جو پاکستان کے وزیر اوقاف رہ چکے ہیں، اور ایک عرصے تک مودودی جماعت سے بھی منسلک رہے ہیں۔ پھر اس سے مستعفی ہو کر الگ ہوگئے۔ امام احمد رضا کے عقیدت مندوں میں بھی نہ تھے۔ لیکن امام موصوف کی عظمت و عبقریت کا سکّہ اُن کے بھی دل پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بطور خاص "سلامِ رضا" کے حوالے سے اپنے تاثرات اس طرح پیش کرتے ہیں:

"آپ سب جانتے ہیں مَیں ادب کا طالب علم ہوں، بُرا بھلا شعر بھی کہہ لیتا ہوں۔ اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام مَیں نے دیکھا ہے۔ مَیں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا۔ مَیں

اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدۂ بردہ ہے، تو اس میں ذرّہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اَسرار و رموز، انداز و اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اہلِ قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ ایک شعر مَیں پڑھتا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں، آپ نے کسی زبان کی شاعری میں سرکار ختمی مرتبت کی ریشِ مبارک کی یہ تعریف نہ سُنی ہوگی۔ ذرا تصوّر کیجیے ایک نہر ہے اس کے ارد گرد سبزہ ہے، اس سبزہ سے نہر کا حُسن دوبالا ہوگیا ہے۔ اب نہر کس کو کہا؟ سرکار کے 'دہن مبارک' کو، نہر عربی زبان میں دریا کو کہتے ہیں۔ آپ کے دہن مبارک کو نہرِ رحمت قرار دیا کہ ایک رحمت کا دریا ہے جو اس دہنِ اقدس سے موج زن ہے۔ ایک فارسی شاعر نے کہا ہے، ؎

نہ رفت ''لا'' بزبانِ مبارکش ہرگز = مگر بہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

آپ کی زبان مبارک سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میں جو''لا'' ہے اس کے علاوہ لا یعنی ''نہیں'' کا لفظ کبھی نہیں فرمایا گیا۔ ...... شاہ رضا کہتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا = ''نہیں'' سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ دہنِ اقدس، یہ نہرِ رحمت کہ سفرِ طائف میں پتھروں کی بارش ہوئی، سر مبارک سے خون بہا، نعلین مبارک تک آ گیا۔ مگر ہاتھ دعا کو اُٹھائے، عرض کیا، اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما، یہ لوگ نہیں جانتے، علم نہیں رکھتے۔ میرے مقام اور پیغام سے بے خبر ہیں۔ ...... تو اس دہنِ اقدس کو نہرِ رحمت کہا اور ریشِ مبارک کیا ہے؟ اس نہرِ رحمت کے گرد لہلہانے والا سبزہ، جس نے نہر رحمت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اب شعر ملاحظہ فرمایئے:

خط کی گردِ دہن وہ دِل آرا پھبن = سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا آگے بڑھتے ہیں۔ سرکار کی، آپ کی ازواج مطہرات کی، صحابہ کرام، اہلِ بیت کی، اولیاے کبار کی بالخصوص حضرت غوث اعظم کی، جو امام الاولیا ہیں، تعریف کرنے کے بعد حرفِ مطلب زبان پر لاتے ہیں۔ مگر اس میں بھی کیا امتیاز و اختصاص ہے، اور درخواست، ذاتی نہیں جماعتی ہے' انفرادی نہیں اجتماعی ہے، صرف اپنے لیے نہیں، پوری اُمت کے لیے، کہتے ہیں۔

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں = شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

اور خود کیا چاہتے ہیں؟ یہ سلام اور نعت لکھنے سے غرض کیا ہے؟ کہتے ہیں مَیں تو صرف اتنا انعام چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن جب سب آپ پر سلام بھیج رہے ہوں، وہ فرشتے جو آپ کی

خدمت کے لیے مقرر ہیں، مجھے آواز دے کر کہیں، احمد رضا! تم بھی تو سلام سناؤ، وہی سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' تو میری مزدوری وصول ہو جائے گی۔

کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور = بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا = مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

<u>فرمان فتح پوری</u>: اردو کے مشہور محقق اور ادیب ڈاکٹر فرمان فتح پوری، صدر شعبۂ اردو، کراچی یونی ورسٹی بھی اس ایمان افروز و جاں نواز سلام کی توصیف میں لکھتے ہیں:

''مولانا (احمد رضا خاں) صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی۔ صرف نعت و سلام اور منقبت کہتے اور بڑی دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ و شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے جاتے ہیں۔ اُن کا سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام = شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام'' بہت مقبول ہوا ہے۔

(اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۸۶، از ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مطبوعہ لاہور بحوالہ آئینۂ رضویات دوم، از پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۲۶۳، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی)

یہی ڈاکٹر فرمان فتح پوری دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

''نعتیہ غزلوں سے قطع نظر، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے سلام، جس کا مطلع ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام = شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ اکبر وارثی میرٹھی کا سلام

یانبی سلام علیك = یارسول سلام علیك
یاحبیب سلام علیك = صلوات اللہ علیك

...... بھی حد درجہ شہرت رکھتا ہے۔ عورت، مرد، بچے، جوان سبھی اسے بلند آواز سے پڑھنا پسند کرتے ہیں، لیکن اس کے بعد اگر کسی سلام کو مقبولِ عام کا درجہ ملا ہے تو مولانا احمد رضا صاحب کا سلام ہے۔ حفیظ جالندھری کے شاہ نامے کا ایک ٹکڑا جس میں ولادتِ نبوی کا ذکر ہے اور ماہر القادری کی نظم ''حدیث قدسی'' جس میں آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا گیا ہے، کو بھی خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ بہت دنوں تک وہ ہر محفل اور ہر جلسے میں پڑھے گئے۔ لیکن نہ جانے کیوں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، ان کی مقبولیت کم ہوتی گئی۔ اب وہ کسی محفل میں شاذ ہی سننے میں آتے ہیں۔ اس کے برعکس مولانا احمد رضا خاں صاحب کا سلام اگرچہ ڈیڑھ سو سے زاید اشعار پر مشتمل ہے، اور حفیظ

جالندھری اور ماہر القادری کے سلاموں سے قدیم تر اور طویل تر ہے، پھر بھی آج تک بڑے اہتمام اور کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب ممتاز ترین نعت گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول ترین نعت گو شاعر بھی ہیں۔''

(جہانِ رضا، مرتبہ مرید احمد چشتی، ص ۲۰۴۔۲۰۶، مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۴۰۱ھ)

عابد نظامی: مشہور صحافی جناب عابد نظامی بھی سلامِ رضا کے بارے میں اپنا تاثر اس طرح پیش کرتے ہیں:

''مولانا کا مشہور و مقبول سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ہر شخص نے کئی کئی بار سُنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ''ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہوگا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کرلیے ہوں۔'' ...... بلا شبہ یہ سلام، سلاست، روانی، تسلسل، شاعرانہ حسن کاری اور والہانہ پن کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔''

(مقالاتِ یومِ رضا، از عبدالنبی کوکب، جلد اوّل، ص ۱۴۲، دائرۃ المصنفین، لاہور، ۱۹۶۸ء)

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی: شناورِ بحرِ سخن، ناقدِ فکر و فن، جناب مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی سلامِ رضا کی تضمینوں کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

''سلامِ رضا پر تضمین کا مقدس سلسلہ قصیدۂ سلامیہ کی مقبولیت وعظمت کا بیّن ثبوت ہے۔ سلامِ رضا کے بعض مصرعوں پر عروضی حیثیت سے کچھ اعتراضات بھی وارد کیے گئے ہیں اور بعض مقامات پر بہ غرضِ اصلاح الفاظ بھی تبدیل کیے گئے مگر ماہرینِ فنِ عروض نے ان کو مدلل اور مسکت جوابات بھی دیے اور ادبی ولسانی اعتبار سے سلامِ رضا کے اصل الفاظ کو برمحل اور درست قرار دینے کے ساتھ ساتھ بدلے ہوئے اصلاحی الفاظ کو بے محل اور نادرست بھی ثابت کیا۔ جس کو اس سلسلے میں تفصیل جاننے کی خواہش ہو وہ ''سلامِ رضا۔ تضمین وتفہیم اور تجزیہ'' نامی کتاب مصنفہ پروفیسر منیر الحق کعبی صاحب بھل پوری (پاکستان) کا مطالعہ کرے۔''

(پیش لفظ تضمین بر سلامِ رضا، ص ۴، از محمد عثمان اوج اعظمی، رضا اکیڈمی، ممبئی ۳، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

میاں شفیع محمد، لاہور: روز نامہ نوائے وقت، لاہور کے مشہور کالم نگار میاں محمد شفیع شاہنامہ اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ

میں امام اہلِ سُنّت و جماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے نعتیہ کلام اور تحریکِ رابطہ مسلم عوام کے ذریعہ مسلمانوں کے سینوں میں عشقِ محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا۔ جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہاتوں میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے فقرے...... ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' گزشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں، اسی طرح حفیظ کے ''شاہنامہ اسلام'' کے اشعار مسجدوں اور جلسوں ان کی خاص طرز میں گزشتہ ربع صدی سے زائدہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔''

(شرح سلامِ رضا، از مفتی محمد خان قادری، اسلامک پبلشرز دہلی، ص ۵۳ بحوالہ روز نامہ نوائے وقت، لاہور ۲۲ر نومبر ۱۹۷۳ء)

حافظ یعقوب علی خاں شاہ جہاں پوری: شارح سلام رضا عالی جناب حافظ محمد یعقوب علی خاں شاہ جہاں پوری، سلامِ رضا کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''درود و سلام کی ابتدا اور ہدایت ہمیں قرآن حکیم میں واضح طور سے ملتی ہے۔ بالخصوص اولوالعزم پیغمبروں کا نام لے کر خداوند تعالیٰ نے ان پر سلام بھیجا۔ فرمایا سَلٰمٌ عَلٰی نُوحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ...... سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْم ...... سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَ هَارُوْن ...... سَلٰمٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْن ...... وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْن ۔ ......ایک موقع پر خدا تعالیٰ نے اپنے تمام نیک بندوں کو سلام بھیجا، ارشاد ہوا سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

لیکن رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ صرف سلام بھیجا گیا بلکہ اہلِ ایمان پر لازم قرار دیا گیا کہ ذاتِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کریں۔ ارشاد ہوا (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو''۔

یہی وجہ ہے کہ دورِ اوّل سے لے آج تک مسلمانوں میں اپنے آقا پر درود وسلام بھیجنے کا شغف باقی ہے۔ بالخصوص علمائے کرام اور سلف صالحین نے اپنے نعتیہ کلام میں تو اس کا خاص خیال رکھا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا نذرانہ سلام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے مگر جس تفصیل سے ذاتِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے ایک ایک عضوِ مکرم اور اس کی صفات کو بیان کر کے جس والہانہ انداز میں سلامِ عقیدت پیش کیا ہے وہ درحقیقت انھیں کا حصہ ہے۔ یہ سلام اپنے موضوع اور مضمون کے اعتبار سے اپنی نوعیت کا جداگانہ سلام ہے۔ جس میں بہ یک وقت ذاتِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا نعت وتوصیف کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت وصحابہ کرام اور وابستۂ شمع رسالت تمام پروانوں پر سلام

بھیجا گیا ہے۔ ...... احقر کی ایک عرصے سے خواہش تھی کہ اعلیٰ حضرت کا یہ نذرانۂ سلام دیوان سے الگ کر کے شائع کیا جائے تو اہلِ محبت و عقیدت کو استفادہ کا ایک بہتر موقع فراہم ہو سکے گا۔ ''سلام'' کے اندر جو مشکل الفاظ تھے ان کے معنی، تلمیحات و تشبیہات کی وضاحت اور ان کا پس منظر بھی بیان کر دیے گئے ہیں، تا کہ ہر شخص کما حقہٗ مستفیض ہو سکے، نیز اس بے نظیر ''سلام'' کی اہمیت سے لوگ واقف ہو سکیں اور پڑھنے کا لطف دوبالا ہو سکے۔''

(سلامِ اعلیٰ حضرت مع تشریح از حافظ محمد یعقوب، السراج پبلی کیشنز، ۱۳۶۸، فراش خانہ، دہلی ۶، ص ۴)

مظہر عرفانی: دنیائے ادب کی ایک ممتاز شخصیت جناب مظہر عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

''مولانا احمد رضا بڑے خوش گو شاعر تھے۔ یہ وہ دَور تھا جب ہندوستان میں اکبر (الہ آبادی)، شبلی، وحشت کلکتوی، داغؔ اور امیرؔ کا طوطی بول رہا تھا۔ تو ایک سریلی آواز بریلی سے بھی اُبھر رہی تھی جو حضرت رضاؔ بریلوی کی تھی، مگر یہ آواز غزل سرائی سے آشنا نہیں ہوئی۔ اس سے مناجات، نعت، مناقب اولیا اور سلام کے سرمدی نغمے ہی پھوٹتے رہے۔ اس کی گونج ہندوستان کے ہر مذہبی جلسے میں سنائی دی جانے لگی۔ یہ آواز اپنے دامن میں عشقِ رسول (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا سوز رکھتی تھی۔ درد آگیں، جان آفریں اور روح پرور تھی۔ اس نے کتنے ہی بختِ خفتہ بیدار کیے اور مردہ دلوں میں اُمنگیں بھر دیں اور سوتوں کو جگا دیا۔ اپنی نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں ؎

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ — بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے مَیں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

آپ نے حضور رسالت مآب میں جو سلام پیش کیا، وہ آج بھی مقبولِ خاص و عام ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں از مظہر عرفانی، ص ۹۸۔۹۹، اسلامک بُک فاؤنڈیشن، نئی دہلی)

حکیم مظفر عزیز، لاهور: ماہ نامہ ''نوید بہار'' لاہور کے مدیر اعلیٰ جناب حکیم مظفر عزیز ''سلامِ رضا'' کے بارے میں اپنی رائے اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے بعض نعتیہ اشعار کی پُرکاری کا یہ عالم ہے کہ پڑھ کر قلب و روح دونوں مسحور ہو جاتے ہیں۔ ان کے ایک ''سلام'' کو مقبولیت کا درجہ حاصل ہے۔ جس کا مطلع ہے ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اس سلام کا ایک نہایت پاکیزہ شعر فخر موجودات، سرورِ کائنات، نبی آخر الزماں صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی عزت و توقیر اور آپ کے ذکرِ پیدائش کا آئینہ دار ہے۔ یہ شعر جب پہلی بار میری نگاہ سے گزرا تو مَیں نے یوں محسوس کیا کہ خلوص و عقیدت میں ڈوبا ہوا یہ نذرانۂ عقیدت ساری کائنات کی سرخوشی کا مرقع بن کر میرے سامنے آ گیا ہے۔ مجھے مولانا کا یہ شعر سادگی، صنعائی، حُسن کاری، منظر کشی، واقعہ نگاری، تہذیبی متانت، جذبے کی سچائی اور احساس کی پاکیزگی کے لحاظ سے نہایت بلند پایہ نظر آیا۔ ملاحظہ فرمایئے! کیوں نہ اس ایک شعر پر نعتوں کے ہزاروں دیوان قربان کر دیے جائیں، جی چاہتا ہے کہ اس شعر کو بار بار پڑھتے جائیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند　　　اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

میرے نزدیک حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ شعر اردو نعت گوئی کی تاریخ کا سب سے روشن ستارہ ہے۔ انھوں نے اپنے اس ایک شعر میں ایک طویل نعتیہ قصیدہ نہایت بلاغت و اختصار کے ساتھ اس طرح کہہ دیا ہے کہ اس سے بہتر کا تصور بھی ناممکن نظر آتا ہے۔ مستانہ اور عاشقانہ فضا میں ڈوبے ہوئے اس شعر کو پڑھتے ہی انسان کا ذہن، حُسنِ کائنات، فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پیدائش اور محبوبیت کی طرف جاتا ہے اور دل درود شریف کا وِرد کرنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے بھی جب پہلی مرتبہ اس شعر کو پڑھا تو میری زبان پر حسبِ ذیل درود شریف جاری ہوگیا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ بڑی دیر تک مَیں اس درود کا وِرد کرتا رہا۔ اس وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مَیں برکتوں والی منزل میں اُتر رہا ہوں، صدق کے مقام میں داخل ہو رہا ہوں اور صاحبِ جلال و اکرام نے، کائنات کے مالک نے اپنے انتہائی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دیے ہیں۔ اسی عالمِ کیف میں بے ساختہ میری زبان پر ذیل کا سلام جاری ہوگیا اور مَیں آج تک اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ مولانا رضا بریلوی کے ایک سادہ اور دل کش شعر نے مجھ سے وہ سلام کیوں لکھوایا جو میری زندگی کا حاصل ہے۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

سبز گنبد کے مکین تجھ پر سلام　　　رحمۃ للعلمین تجھ پر سلام
سربراہِ مرسلاں تجھ پر سلام　　　ہادیِ ہر دوجہاں تجھ پر سلام
عالمِ عشق و رضا تجھ پر سلام　　　مظہرِ نورِ خدا تجھ پر سلام

(یہ کُل چھپن ۵۶ مصرعے سلام کے ہیں۔ بطور نمونہ چھ نقل ہوئے۔ نعمانی)

(جہانِ رضا، مرتبہ مرید احمد چشتی، ص ۱۸۴۔۱۸۶، مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۴۰۱ھ)

<u>حافظ بشیر احمد غازی آبادی</u>: مشہور مؤرخ و صحافی جناب حافظ بشیر احمد غازی آبادی،

امام احمد رضا کی نعت نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہر قائد کا ایک مشن ہوتا ہے اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ذریعے اور راستے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مدحتِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا۔ انگریزوں کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ مسلمان میرِ حجاز (ﷺ) کو سالارِ کارواں سمجھنا بند کردیں اور ان کا تعلق مدینۃ النبی (ﷺ) سے کم ہوجائے۔ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کی اس چالاکی کو سمجھا اور نعرہ لگایا کہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

بات دل سے نکلی تھی اثر کرگئی۔ آج برصغیر پاک و ہند میں ایک بھی مسلمان نہیں ملے گا جو اس نعرۂ رسالت سے ناواقف ہو۔ یہ دعویٰ بالکل حقائق پر مبنی ہے کہ عصرِ جدید میں ان جیسا عاشقِ شہنشاہِ کونین پیدا نہیں ہوا۔

(جہانِ رضا، مرتبہ مرید احمد چشتی، ص ۱۹۵۔۱۹۶، مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۴۰۱ھ)

گوھر ملسیانی: جناب طفیل گوہر ملسیانی، حضرت رضا کے ''سلام'' کی مقبولیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ دینی علوم کے جامع ہونے کے علاوہ ایک حساس طبیعت سخن ور بھی تھے۔ ان کے قصیدۂ سلامیہ کے اشعار کس شخص کی زبان پر نہ ہوں گے۔ وہ کون سا صاحبِ ذوق ہے جس نے انھیں سُن کر کیف و سرور محسوس نہ کیا ہوگا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

(جہانِ رضا، مرتبہ مرید احمد چشتی، ص ۲۰۸، مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۴۰۱ھ)

پروفیسر منیر الحق کعبی: پروفیسر منیر الحق کعبی پھل پوری، شعبۂ اردو گورنمنٹ زمیندار پوسٹ گریجویٹ کالج، گجرات (پاکستان) دنیائے ادب وتحقیق کے ایک نام ور شخص کا نام ہے، جنھوں نے اپنی تحقیقی کتاب ''سلامِ رضا۔ تضمین وتفہیم اور تجزیہ'' کے حوالے سے بڑی شہرت پائی۔ مذکورہ کتاب اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جس کے بعض مندرجات سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن مجموعی حیثیت سے اس کو معتبریت کا درجہ ضرور حاصل ہے۔ جس کے مطالعے سے کعبی صاحب کی دقتِ نظر، تحقیقی مزاج اور امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہٗ سے عقیدت ومحبت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے مذکورہ کتاب میں بعض ایسی تضمینوں اور شرحوں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے جن میں عقیدت مندانہ تحریفات دَر آئی تھیں اور کہیں کہیں تشریحات نے اپنی صحیح سمت کو تبدیل کردیا تھا۔ مجھے اس موضوع پر سرِ دست

کچھ نہیں کہنا ہے۔ انھیں کمی صاحب کے ''سلامِ رضا'' سے متعلق تاثراتی کلمات کو پیش کرنا مقصود ہے، وہ ارقام پذیر ہیں:

''سلامِ رضا ایک عظیم فن پارہ ہے۔ جس میں جلال و جمال اپنے حسین ترین امتزاج کے ساتھ، ارفع ترین صورت میں موجود ہے۔ پورے کا پورا قصیدہ ایک فنی وحدت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ سرتا سر انتخاب۔ کسی ایک شعر کو، کسی شعر کے ایک لفظ کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ الفاظ و معانی میں ارتباط کی ایک خوب صورت مثال۔ تشبیہات و استعارات سے جو امیجری تخلیق کی گئی ہے، طبیعات سے مابعد الطبیعات تک دونوں کو محیط ہے۔ مجرّد تصورات کی تجسیمی صورت گری بھی ہے اور جو پیکر تراشے گئے ہیں، متحرک اور جان دار بھی ہیں۔ ذہن مسلسل ایک طلسماتی کیفیت میں اسیر رہتا ہے۔ اور اس پر تقدس کی ایک فضا تادم آخر مسلط رہتی ہے اور یوں مسحور و مسرور، شاعر کے ساتھ محوِ سفر رہتا ہے۔

قصیدۂ سلامیہ کو آپ ایک مسلسل غزل کہہ سکتے ہیں۔ مگر سٹینزائی صورت میں، سٹینزائی اس لحاظ سے نہیں کہ ہر سٹینزا مختلف قوافی کا نظام رکھتا ہو۔ بلکہ اس کا انداز غزل میں قطعہ بند کا سا ہے کہ اسی قافیہ اور ردیف میں ہے۔ لیکن کہیں بھی کسی قطعہ بند کی نشان دہی نہیں کی گئی۔ اور اگر بغور نظر کریں تو چار سے آخر لائنوں (مصرعوں) تک کو ایک قطعہ بند محیط ہے۔ گویا باقاعدہ نظام کو عمداً ترک کر دیا گیا ہے۔

''سلامِ رضا'' کا ایک ایک شعر تغزل کی جان ہے۔ قصیدہ کا دامن تنافر اور غرابتِ الفاظ کے عیوب سے پاک ہے۔ اس کی فضا میں ایک پاکیزہ سرمستی ہے، خود سپردگی کا احساس ہے، نفاست و نزاکت ہے، سوز و گداز سے مملو ایک غنائیت ہے۔ اہم تر یہ کہ شاعر کا داخلی جذبۂ تخیل کے اشتراک سے اظہار پاتا ہے Lyrical Poetry کا امتیازی وصف ہے۔ اسی بنا پر پورے سلام میں وہ موسیقیت ہے کہ آج تک اس کی ترنم آفریں فضا، قلب و روح کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ مگر اس کی ندرتِ فکر، معنی آفرینی، رفعتِ موضوع، تحیّر فزا تراکیب، پُرشکوہ اسلوب پر منطقی استدلالیت اس کو Odes کا ملبوس عطا کرتی ہے جو Lyrics کی ترقی یافتہ صورت ہے۔

''سلامِ رضا'' ہیئتی اور صنفی لحاظ سے قصیدہ ہے۔ ایک سو اکہتر (۱۷۱) اشعار پر مشتمل قصیدہ کا لفظ ہی اس کی علویت و عظمت اور رفعت و شوکت کی طرف دلالت کرتا ہے۔ الفاظ و تراکیب میں شکوہ و جلال، مضامین میں رفعت و عظمت، طرزِ ادا میں ندرت و جدت، تشبیہات و استعارات میں کثرت، صنائع بدائع کا خصوصی التزام اور زورِ کلام قصیدہ کے خصائص میں شامل ہیں اور ''قصیدہ سلامیہ'' ان صنعات پر پورا اُترتا ہے۔

''سلامِ رضا'' میں خامۂ رضا ابلقِ الفاظ و تراکیب پر سوار، ندرتِ فکر اور جدتِ مضامین کے

اقالیم اپنی قلم رو میں شامل کرتا چلا جاتا ہے۔ تشبیہات و استعارات کے لشکر اس کے آگے دست بستہ ایستادہ رہتے ہیں اور ایک پُرشکوہ اسلوب ظہور میں آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مغلق یا مبتذل الفاظ سے فضا کو بوجھل بنادیا گیا ہے۔ ایک ایک حرف سے فصاحت و بلاغت اور سلاست و روانی ٹپک رہی ہے۔ سادگی، خلوص اور جوشِ ایمانی نکھر کر سامنے آرہا ہے اور ان سب کے پیچھے شاعر کی علمی وجاہت، یقین کی پختگی، جذبۂ محبت کی شدّت اور ایمانی صداقت کام کر رہی ہے۔''

(سلامِ رضا تضمین و تفہیم اور تجزیہ، از پروفیسر منیر الحق کعبی، ص ۲۵۔۲۶۔ زجاج پبلی کیشنز، گجرات، پاکستان، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء)

جناب کعبی صاحب کے اس ''تجزیہ'' پر ایک تنقیدی تحریر فقیہ اہلِ سُنّت حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی کی بھی ہے، جو ''سلامِ رضا۔ تضمین و تفہیم و تجزیہ کا تنقیدی جائزہ'' کے نام سے ادارہ افکارِ حق، پورنیہ سے شائع ہوچکی ہے۔ مفتی صاحب نے کعبی صاحب کی تائید و توثیق بھی کی ہے اور کہیں کہیں ان کے بعض تجاوزات پر لطیف تنقید بھی۔ یہ کتاب بھی شعر و سخن سے دل چسپی رکھنے والے حضرات کے لیے خصوصاً اور ہر اہلِ علم کے لیے عموماً ایک خاصے کی چیز ہے۔ یہ کتاب حضرت مفتی صاحب کی وقتِ نظر اور تنقیدی بصیرت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

ڈاکٹر سلام سندیلوی: گورکھپور یونی ورسٹی کے لکچرر ڈاکٹر سلام سندیلوی اردو ادب کی ایک جانی مانی شخصیت ہیں۔ وہ سلامِ رضا پر اپنے تاثرات اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
سروِ نازِ قِدم، مغزِ رازِ حِکَم — یکّہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ رجعتِ شمس و شقّ القمر — نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ لاکھوں درود — ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

ان سارے اشعار میں خلوص و عقیدت کی مہک عود و عنبر کی خوشبو کی طرح موجود ہے۔ جن سے ہماری روح وجد میں آجاتی ہے۔ یہ اشعار رسمی طور پر نہیں کہے گئے ہیں بلکہ ان کی فضا میں اصلیت اور حقیقت کی بجلیاں کوند رہی ہیں۔''

(المیزان، امام احمد رضا نمبر، ممبئی، ص ۴۵۰)

پروفیسر سیّد امین اشرف: شعبۂ انگلش مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ کے پروفیسر سیّد امین اشرف، امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کے چند نعتیہ کلام اسی ذیل میں آتے ہیں (کہ) شہروں، دیہاتوں اور قصبات میں بکثرت پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً

۱) واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

۲) اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

۳) سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی (ﷺ)

۴) کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

۵) مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ان میں اعلیٰ حضرت کے ''سلام'' کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسلوبِ بیان کی سادگی، الفاظ کی روانی، لہجے کا دھیما پن، جذبات کی سچائی، زورِ خیالات کی صفائی اس کی خاص خوبیاں ہیں۔ محبتِ رسول کی کیف پرور فضا اس پورے سلامیہ قصیدے پر محیط ہے۔''

(قاری و المیزان، امام احمد رضا نمبر، ص ۵۵۸)

پروفیسر مظفر عالم صدیقی: اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلام بحضور سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قصیدہ کا سا شکوہ، مثنوی کی سی روانی، ربط و تسلسل اور علمی وجاہت کے ساتھ ساتھ جذبۂ عشق و محبت کی فراوانی نے اسے اردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ سلامیہ بنا دیا ہے۔ یہ ۱۶۷ (بلکہ ۱۷۱) اشعار پر مشتمل ہے۔ محافلِ میلاد و نعت میں اس سلام کو اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے کا ایک خاص انداز ہے جو کیف و وجدان کی تاثیر کا حامل ہے۔ اس ''سلام'' کو اس صدی میں بہت شہرت ملی ہے۔ اس کی تقلید میں کئی شاعروں نے سلام لکھے ہیں۔ اعجاز اشرف انجم نے علامہ اختر الحامدی، ناصر زیدی، مولانا ضیاء القادری، ریاض سہروردی، سید حبیب احمد تلہری اور رفیق احمد رضوی کے اس انداز پر لکھے گئے سلاموں کو (اپنے مجموعے) میں شامل کیا ہے۔ مولانا یوسف سلیم چشتی نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے سلام کی شہرت اور مقبولیت کے بارے میں لکھے ہے:

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے سلام کو یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہوگیا۔ کیوں کہ ہند و پاک میں شاید ہی کوئی ایسا عاشقِ رسول ہوگا۔ جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔''

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۲۲ر نومبر ۱۹۷۳ء، بحوالہ ہفت روزہ مسلم ٹائمز ممبئی ۱۳ر اگست ۲۰۰۷ء بعنوان امام احمد رضا کی اردو نعت نگاری از پروفیسر ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی، صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، فیصل آباد)

شیخ یوسف ہاشم رفاعی (کویت): جناب احمد بشیر رضوی مرتب ''گلستانِ اعلیٰ حضرت''

بیان کرتے ہیں:

''پچھلے دنوں کویتی رہنما بین الاقوامی شخصیت شیخ ہاشم رفاعی، کویت سے لاہور تشریف لائے۔ ایک محفل میں شرکت کی۔ فرمانے لگے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھا جائے کیوں کہ مجھے اس سلام سے بڑی محبت وعقیدت ہے۔ پھر فرمایا: مَیں دنیا میں جہاں بھی گیا، وہاں محافلِ میلاد ہوتی ہیں اور اعلیٰ حضرت کا سلام پڑھا جاتا ہے اور اعلیٰ حضرت، اسلام کے مجدِّد اور عظیم امام تھے۔ میری نظر میں ان کی کوئی مثال نہیں۔''

(گلستانِ اعلیٰ حضرت، از بشیر احمد رضوی، ص۹، بزمِ رضائے مصطفیٰ، گوجراں والا، پاکستان ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء)

مفتی مکرم احمد نقش بندی: جامع مسجد فتح پوری، دہلی کے امام اور مفتی محمد مظہر اللہ مفتی اعظم دہلی کے نبیرہ مولانا مفتی محمد مکرم احمد نقش بندی، اپنے یہاں کی محافل میلاد النبی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

''فتح پوری (دہلی) میں جلسۂ عید میلاد النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً ستر ۷۰ سال سے بھی زیادہ سے گیارہ ربیع الاول شریف کو شب میں ہوتا ہے۔ حضرت مفتی (مظہر اللہ) صاحب، اعلیٰ حضرت کی نعتوں کو ہی پسند فرماتے تھے اور آج بھی جمعہ کے بعد کی محفلوں میں اور جلسۂ عید میلاد النبی، جلسۂ شب برأت وعرس حضرت مفتی محمد مظہر اللہ میں محفل کا اختتام اعلیٰ حضرت کے صلاۃ وسلام پر ہوتا ہے۔''

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میرے والد الحاج مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۱۹۷۱ء) سابق شاہی امام مسجد فتح پوری بھی اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام نہ صرف پسند فرماتے تھے بلکہ خود بھی محافل اور تقاریر میں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ اشعار کو پڑھا کرتے تھے۔''

(آئینۂ امام احمد رضا، از مولانا غلام جابر شمس مصباحی، ص ۴۵، ادارہ افکارِ حق، پورنیہ، ہفت روزہ ہجوم دہلی کا امام احمد رضا نمبر)

ابو سلیم عبدالحئی رام پوری: جناب ابو سلیم عبدالحئی رام پوری مودودی، ماہ نامہ ''الحسنات'' رام پور کے شخصیات نمبر میں امام احمد رضا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''احمد رضا خاں فنِ شاعری میں کمال رکھتے تھے۔ ان کا ایک مصرع ہے۔

قرآن سے مَیں نے نعت گوئی سیکھی

ہر صنفِ شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن نعت میں خاص مقام پیدا کیا۔ ان کی عام شاعری میں بھی ہر جگہ نعت کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان کا دیوان حدائقِ بخشش کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اردو، فارسی عربی، ہندی وغیرہ زبانوں پر یکساں طور سے اچھے شعر لکھتے تھے۔ ان کا مشہور سلام جس کا مطلع ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام | شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پاک و ہند کے طول و عرض میں پڑھا جاتا ہے۔ ان کی عظمتِ شاعری کے سبھی دل معترف تھے۔ چنانچہ افتخار اعظمی باوجود اختلافِ مسلک' احمد رضا کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کا نعتیہ کلام اس پایے کا ہے کہ انھیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گو شعرا میں جگہ دی جانی چاہیے۔"

(ماہ نامہ الحسنات، رام پور، شخصیات نمبر، ماہ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۵۴)

<u>ضرورت ہے کہ:</u>

اس سلامِ رضا کے فنی محاسن اُجاگر کیے جائیں۔ مذکورہ بالا تاثرات صرف خراجِ عقیدت اور اعترافِ حقیقت کا درجہ رکھتے ہیں۔ افسوس کہ اس طرف بھرپور توجہ اب تک کسی نے نہ کی۔ کچھ دنوں قبل جناب مفتی محمد خان قادری نے کوشش کی اور "شرح سلامِ رضا" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی، جو ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ شرح معنوی خوبیوں کو اُجاگر کرتی ہے۔ اور یہی اصل مقصود بھی ہے۔ البتہ فنی محاسن کو آشکارا کرنے کے لیے ابھی میدان خالی ہے۔ کاش کوئی ماہرِ فن فاضل اس طرف بھی توجہ دے تو سونے پر سہاگا کا کام انجام پائے۔ اشعارِ سلام کے مزید معانی نکھر کر سامنے آئیں اور صاحبِ کلام، امامِ فکر و فن اعلیٰ حضرت محدّث بریلوی قدس سرہٗ کے علمی و فنی جاہ و جلال پر بھی روشنی پڑ جائے۔

گزشتہ اوراق میں محسن اہلِ سنت شرفِ ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کا ایک مفید مشورہ اور قابلِ توجہ ہدایت، توجہ کی طالب ہے کہ مختلف نوعیت کی محافل میں سلامِ رضا سے ان اشعار کا بھی انتخاب کیا جائے جو موقع کے مناسب ہوں مثلاً خلفاے راشد کے ایام منائے جائیں تو ان اشعار کو پڑھا جائے۔

شانِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں:

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفا | عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل | ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین | چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

شانِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں:

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر | اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ | تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی | جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

شانِ عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں:

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود — دولتِ جیشِ عسرت پہ لاکھوں سلام
درِّ منثور قرآں کی سلک بہی — زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ — حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

شانِ مرتضیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میں:

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین — ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن — پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحیِ رفض و تفضیل و نصب و خروج — حامیِ دین و سُنّت پہ لاکھوں سلام

ائمہ اربعہ کی شان میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ):

شافعی مالک احمد امام حنیف — چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام
کاملانِ طریقت پہ کامل درود — حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں:

غوث اعظم امام التقیٰ و النقیٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
قطب ابدال و ارشاد و رُشد الرشاد — محیِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام
جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیا — اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

یہ مضمون سہ ماہی افکار رضا ممبئ اکتوبر تا دسمبر 2007 سے لیا گیا ہے
جو اس لنک پر موجود ہے
www.scribd.com/doc/105826484/Afkar-e-Raza-50th